"جدید غزل گو شعراء کا مطالعہ"

I "حسرت موہانی"

سیرت و شخصیت:- اصل نام سید فضل الحسن۔ ادبی نام:- حسرت۔ 1875ء میں
موہان میں پیدا ہوئے۔ اسی لئے حسرت موہانی کے نام سے اردو ادب میں نام پیدا
کیا۔ سید فضل الحسن حسرت موہانی عجیب و غریب شخصیت کے مالک تھے۔
اُنکی زندگی میں شاعری، مذہب، صحافت اور سیاست کو بنیادی اہمیت حاصل
رہی۔ بظاہر وہ مجموعہ اضداد معلوم ہوتے تھے۔ حسرت اردو غزل کی نشاۃ ثانیہ
کے علمبردار تھے انھوں نے غزل کو اس زمانے میں از سر نو زندہ کیا جب شعراء کا
عام رجحان نظم گوئی کی طرف تھا۔ تحریک آزادی میں پیش پیش رہے۔ کئی سالوں
تک پابند سلاسل رہے۔ 1903 "اردوئے معلیٰ" کے نام سے ایک رسالہ نکالا۔ جس
میں ادب کے علاوہ سیاسی مضامین بھی شائع ہوتے تھے۔ چکی کی مشقت برداشت
کی۔ اور غزل کہتے رہے۔

ہے مشقِ سخن جاری چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

ملک کی اقتصادی بدحالی سے متاثر ہو کر سودیشی تحریک میں بھی حصہ لیا۔
حسرت مجسمۂ عمل تھے۔ انھوں نے شاعری، ایڈیٹری کے ساتھ ساتھ دکان داری بھی کی۔
حسرت کا مطالعہ بے حد وسیع تھا۔ انھوں اساتذہ کلاسیکی ادب کو گھول کر پیا ہے۔ ان
کے پاس ہزاروں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دواوین اور قلمی نسخے موجود رہے
فن شاعری پر متعدد رسالے لکھے۔ مثلاً نوادر سخن، معائب سخن، محاسن سخن۔
تہذیبی اعتبار سے وہ سراسر مشرقی تھے۔ انھیں اپنی قوم، اپنی تہذیب، اپنے مذہب
اور اپنی شاعری سے بے حد محبت تھی۔ حسرت نے اپنی زندگی کو حسرت انگیز طور پر کئی
خانوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ مثلاً سیاست، صحافت، مذہب، ادب، نجی معاملات وغیرہ
وہ ان تمام شعبوں کو عموماً الگ الگ مناسب فاصلے پر رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں
نے سیاست میں شاعری کی نہ شاعری میں سیاست، نہ ہوس دنیا کے طلب گار رہے نہ اس سے
بیزار۔ پکے صوفی تھے لیکن شاعری میں تصوف کے شیدا نہیں۔

Scanned with CamScanner

حسرت موہانی کا انتقال ۱۹۵۱ء میں ہوا۔

حسرت موہانی کی شاعری:۔

۱:۔ حسرت موہانی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے کہ انھوں نے زبان اور شاعری کی میں میں لکھنؤ اور دہلی کی امریت ختم کر دی۔

علامہ سید سلیمان ندوی کے نزدیک

"غزل کو لکھنؤ کے تصنع اور غالب کی مشکل گوئی کے کوچے سے
سادگی، آسان گوئی اور حقیقت رسی کی منزل تک
پھیر لانا شاعری میں حسرت کا تجدیدی کارنامہ ہے"

خود حسرت کا بیان ہے۔

ہے زبان لکھنؤ میں رنگ دہلی کی نمود
تجھ سے حسرت نام روشن شاعری کا ہو گیا

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حسرت زبان لکھنؤ اور رنگ دہلی کا ذکر ضرور کرتے ہیں لیکن دراصل ان کا اپنا ہی رنگ تھا اور اپنی ہی زبان۔ اور انھوں نے یوں بھی کہا۔

رکھتے ہیں عاشقان حسن سخن
لکھنوی سے نہ دہلوی سے غرض

حسرت نے لکھنؤ کے رنگ سخن میں دہلوی طرز و زبان کی آمیزش کر کے خارجیت و داخلیت کو ملا دیا ہے۔

۲:۔ حسرت موہانی نے تمام اساتذہ سخن کا نہایت گہرا مطالعہ کیا تھا اور سب کا کچھ نہ کچھ اثر بھی قبول کیا تھا۔ انھوں نے کلاسیکی ادب کو جدید رنگ میں پیش کرنے کی شعوری کوشش کی اور قدم قدم پر اس کا اظہار بھی کیا۔

غالب و مصحفی و میر و نسیم و مومن
طبع حسرت نے اٹھایا ہے ہر استاد سے فیض

فراق گورکھپوری لکھتے ہیں۔

"حسرت اردو غزل کی تاریخ میں سب سے
بڑے مقلد ہیں لیکن انھوں نے تقلید کو
تخلیق بنا دیا ہے"

بعض ناقدین کے نزدیک حسرت کی شاعرانہ حیثیت اتنی مسلم نہیں جتنی اُن کی تاریخی۔ انھوں نے غزل کو تغزل کی چاشنی سے ہمکنار کر کے آئندہ ادوار کے لیے ایک ایسا راستہ استوار کیا جس پر چل کر جدید دور کے شعراء نے غزل کی سادگی اور مضبوطی عطا کی ہے مضبوطی شدتِ جذبات و موضوعات کی بوقلمونی اور تاریخی ہے۔ اس کا نقطہ آغاز یقیناً حسرت ہیں۔

"شعر دراصل ہیں وہی حسرت
سنتے ہی دل میں جو اتر جائیں"

حسرت نے اساتذہ شعراء سے فیض اٹھانے کے باوجود اپنی مخصوص انفرادیت قائم کر رکھی ہے۔

"لوٹ حسرت پہ زمانہ ہے نیا رنگ غزل
اب بھی ہم کیا تری یکتائی کا دعویٰ کریں"

حسرت نے اُن شاعروں کو زیادہ پسند کیا جن کے یہاں فکر و فلسفہ کے بجائے جذبات کی فراوانی ہے۔ حسرت کا تغزل ہی اُن کی سب سے قیمتی دولت ہے۔ سادگی و پُرکاری:- حسرت کی زبان سادہ اور صاف ہے۔ وہ ماورائیت اور آفاقیت وغیرہ کے چکر میں نہیں پڑتے۔

رنگینیِ جمال:- حسرت خود تو سادگی پسند تھے لیکن اپنے ذوقِ جمال اور احساسِ نظر سے مجبور تھے۔ انھوں نے اپنی غزل کو محبوب کے حسن ہی سے سجایا ہے۔ اور یہ رنگینیِ جمال اُن کی غزلوں میں ابھر گئی ہے۔ انھوں نے محبوب کے جس تصور کو اپنی غزل میں برتا ہے وہ خیالی نہیں بلکہ چلتی پھرتی تصویر ہے۔

حسرت کے محبوب کے بارے میں نیاز فتح پوری کہتے ہیں

"ان کا محبوب وادیِ ایمن یا کوہ طور کی مخلوق نہیں بلکہ انہیں کی سوسائٹی کا فرد ہے جو چلمن کی اوٹ، پردے اور جھروکوں سے کوٹھے پر آ کر اور موقع ہو تو نقاب الٹ کر بھی فریفتہ بنا سکتا ہے۔"

حسرت نے غزل کے ذریعے گویا عوام کے پاکیزہ عشق کی رسم ڈالی۔

Scanned with CamScanner

؎ چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے
ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانہ یاد ہے۔

؎ حسن بے پروا کو خود بین و خود آرا کر دیا
کیا کیا میں نے کہ اظہار تمنا کر دیا

؎ دیکھنا تو انہیں دور سے دیکھا کرنا
شیوۂ عشق نہیں حسن کو رسوا کرنا

سہل ممتنع :۔ حسرت کی سادہ و پرکار شاعری کا جوہر سہل ممتنع میں نظر آتا ہے۔ انہوں نے خود لکھا ہے کہ نغز گوئی میرا شعار نہیں مجھے سہل ممتنع پسند ہے۔

شعر دراصل ہیں وہی حسرت
سنتے ہی دل میں جو اتر جائیں۔

حسرت کے ہاں سہل ممتنع بدرجہ اتم موجود ہے اس کی ایک وجہ ان کی روایت کی پاسداری ہے تو ایک وجہ ان کی شخصیت کی سادگی و معصومیت۔

؎ کٹ گئی احتیاط عشق میں عمر
ہم سے اظہار مدعا نہ ہوا

قدیم اور جدید رنگ کی آمیزش :۔
ڈاکٹر سید عبداللہ کا خیال ہے

"حسرت کی مقبولیت کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ انھوں نے غزل کے قدیم و جدید کو باہم اس طرح ملا دیا کہ ان کی غزل سے ہر رنگ اور ہر ذوق کا قاری متاثر ہوتا ہے پرانے رنگ میں نئے زمانے کے جذباتی رویے اور محبت کے تصورات اس طرح گھل مل گئے ہیں کہ حسرت نئے زمانے کا آدمی ہو کر پرانی شاعری کا وارث ہے اور پرانی شاعری کا وارث ہو کر بھی نئے دور کا آدمی معلوم ہوتا ہے"

ربط و تسلسل :۔ حسرت موہانی کی غزلوں میں ربط و تسلسل پایا جاتا ہے۔ ان کی بہت سی غزلیں ایک ہی موڈ اور مزاج کی ہیں۔ ایسی غزلوں کا ایک اجتماعی تاثر ہوتا ہے اور دیر تک قائم رہتا ہے۔

شانِ تغزل :۔ صنفِ غزل کی جان تغزل ہے۔ بیسویں صدی میں سب سے نکھرا

Scanned with CamScanner

ہو اور تگ تغزل حسرت ہی کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ حسرت معاملات حسن و عشق کے بڑے رمز آشنا ہیں وہ نفسیات عشق کی گرہ کشائی میں مہارت رکھتے ہیں۔
ان کا اسلوب بیان بڑا پیارا ہے عموماً وہ شاعرانہ صنعتوں کا اہتمام نہیں کرتے بلکہ حسن کی ترجمانی عشق کی زبان میں کرتے ہیں

فارسی تراکیب کا دلکش استعمال:۔ حسرت کے یہاں فارسی کی دلکش تراکیب کثرت سے ملتی ہیں اس مقام پر وہ مومن کے قریب آجاتے ہیں۔
انھوں نے بعض نئی ترکیبیں بھی وضع کی ہیں مثلاً نازِ بیجا، کاروبارِ انتظار، زندانِ تمنا، پامالِ نشاط، آبشارِ آرزو وغیرہ۔ حسرت کے کلام میں شیرینی اور ترنم بھی ہے اور جذبے کی ترنگ بھی حسرت کے بیان میں سب سے دلکش عنصر ان کی شیریں سلاست اور شوق انگیز تراکیب کا ہے۔ ان تراکیب میں لطف رفتار بستے ہیں سے:۔

ہم کہ ہیں یاں تک تری خدمت میں سرگرم نیاز
تجھ کو آخر آشنائے نازِ بیجا کر دیا

رنگ سیاست:۔ حسرت کی انفرادیت کا ایک اور مظہر حسرت کی شاعری میں سیاسی عناصر کی بھرمار ہے۔ تاہم انھوں نے غزل کو سیاست میں ملوث نہیں کیا اور رمز و کنایہ کی زبان تغزل کے لیے محفوظ رکھی۔ انھوں نے اپنے اشعار کے ذریعے وطن کے باسیوں کو غفلت کی نیند سے بیدار کیا۔ حسرت انقلاب روس سے بہت متاثر تھے۔ حسرت نے حسن و عشق کی سرمستیوں کے ساتھ ساتھ اردو غزل کو سیاست سے آشنا بھی کیا۔ حسرت کے یہاں سیاست، تغزل، چکی کی مشقت اور مشق سخن کا حسین امتزاج ہے۔

بقول ایک نقاد

"یہ کہنا ایک حد تک صحیح ہے کہ غزل میں سیاسی رنگ کا اضافہ حسرت نے ہی سب سے پہلے کیا۔ لیکن حسرت کے کلام میں جہاں جہاں سیاسی باتیں ملتی ہیں، ان کی حیثیت جتنی سیاسی خبروں کی ہے اتنی سیاسی شعور کی نہیں۔"

حسرت کے کلام میں سیاسی اشعار کی تعداد اتنی کم نہیں جتنا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ سیاسی زندگی کی دشواریوں، قید و بند کے مرحلوں، سیاسی شخصیتوں اور اپنے دور کی سیاسی اور سماجی تحریکوں کا ذکر ان کے یہاں خوبصورتی سے ہوا ہے۔

حسرت یورپی لوگوں کو چیل اور گدھ قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں

شعر: سمجھتے ہیں اہل مشرق کو شاید قریب مرگ
مغرب کے یوں ہیں جمع یہ زاغ و زغن تمام

شعر: گاندھی کی طرح بیٹھ کے کیوں نہ کاتیں گے چرخا
لینن کی طرح دیں گے نہ دنیا کو ہلا ہم

شعر: اچھا ہے اہل جور کئے جائیں سختیاں
پھیلے گی یوں ہی شورش حُب وطن تمام

حسرت کی شاعری میں حزن بھی ہے اور ملال بھی، خوشی بھی، اور مسرت بھی ہے لیکن عام روایت سے ہٹ کر وہ غم سے غمگین نہیں ہوتے۔ بلکہ اسی سوز غم سے امید و نشاط کی دنیا سجا لیتے ہیں۔ انکی شاعری خوشی و غمی کا حسین امتزاج ہے۔ حسرت ایک پُرامید شاعر ہیں۔ وہ اپنی محبت کی داستان کو بھی مایوسی اور نامرادی پر نہیں ختم کرتے۔

رئیس المتغزلین: حسرت کو بعض نقادوں نے رئیس المتغزلین قرار دیا ہے۔ حسرت موہانی کی بے باکی، بے ساختگی، محبت کا بے باکانہ اظہار، عشق و محبت کے پاکیزہ جذبات، حسن و جمال کا اثر انگیز بیان، سیاسی مضامین رمز و ایما، اور تشبیہ و استعارہ کی خوبیاں ایسی ہیں جو حسرت کو واقعی رئیس المتغزلین کا درجہ دلا دیتی ہیں۔

حسرت موہانی نے بیسویں صدی میں غزل کا اعتبار بڑھایا

حسرت کی سادگی اور سچائی نے بناوٹ کی باتوں کر دوبارہ محبت کا معصوم لہجہ عطا کیا اور شاعروں کو شاعری کا سلیقہ، اور عشق کا قرینہ سکھایا

شعر: تو نے حسرت کی عیاں تہذیب رسم عاشقی
اس سے پہلے اعتبار شان رسوائی نہ تھا۔

Scanned with CamScanner

اکثر ناقدین کے نزدیک حسرت تہذیب و عاشقی کا شاعر ہے۔ حسرت کی نمائندہ اور باقی رہنے والی شاعری اول تا آخر عشقیہ شاعری ہے۔ بعض نقادوں نے حسرت کو خالصتاً عشق و محبت کا شاعر قرار دیا ہے۔ حسرت نے حسن کو بہت قریب سے دیکھا اور اس سحر کاری کو محسوس بھی کیا۔ وہ محبوب کے ایک ایک عضو میں حسن دیکھتے ہیں وہ رنگ و روپ، صورت و آہنگ، بات چیت، چال ڈھال، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے میں سب میں محبوب کے حسن کو تلاش کرکے اپنے رنگ میں محبوب کی زیبائی کو بیان کرتے ہیں وہ خارجی حسن کے دلدادہ ہیں

ع: اللہ رے جسم یار کی خوبی کہ خود بخود!
رنگینیوں میں ڈوب گیا پیرہن تمام!

ع: دیکھو تو چشم یار کی جادو نگاہیاں!
بے ہوش اک نظر میں ہوئی انجمن تمام۔

ع: جمال یار کی رنگینیاں بیان نہ ہوئیں
ہزار کام لیا ہم نے خوش بیانی سے۔

حسرت کی نظم نما غزلیں:۔ حسرت کی بیشتر غزلوں میں ریزہ خیالی نہیں اسکی بجائے ان کی کئی غزلوں میں تسلسل بیان کی بناء پر نظم کا گمان گزرتا ہے خلیل الرحمن اعظمی اسی حوالے سے یوں لکھتے ہیں

"حسرت کے یہاں عام طور پر پوری طرح غزل کو پڑھنے کے بعد ہی ان کے اشعار سے لطف اٹھایا جا سکتا ہے جو بات یا کیفیت پہلے شعر میں ملتی ہے۔ اسکی تشریح یا تفصیل کے لیے باقی شعر کہے گئے ہیں۔ اسطرح حسرت کی اکثر غزلیں نظم یا غزل نما نظمیں ہیں؛

حسرت کی کامیاب غزلوں کے مطلع دیکھیے اکثر مطلع ان کی غزلوں کے بارے میں اسطرح بتاتے ہیں جسطرح نظم کا عنوان۔ موضوع اسکی کیفیت اور داخلیت کی غمازی کرتا ہے۔ ان تمام مطلعوں سے معلوم ہوگا کہ حسرت کا موضوع ایک ہی ہوگا۔

مجوزہ کتب

۱:- نظم جدید کی کروٹیں / وزیر آغا

۲:- جدید شعری ادب / بدر الدین منیر

۳:- جدید اردو غزل / ڈاکٹر وقار احمد رضوی

۴:- اردو غزل کے عناصر اربعہ / پروفیسر عائشہ سعید۔

۵:- اردو شاعری کا تنقیدی جائزہ / ادریس صدیقی۔

۶:- جدید اردو شاعری / عزیز حامد مدنی

Scanned with CamScanner